تقریر

تقریر بابت مسیح موعودؑ
وقت 5-7 منٹ

حضرت مسیح موعودؑ کی احباب جماعت کو پند و نصائح

(ملفوظات جلد 9 ایڈیشن 1984ء)

(تقریر نمبر 7)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىہَا (الشمس:10)

یقیناً وہ کامیاب ہو گیا جس نے اُس (تقویٰ) کو پروان چڑھایا۔

لوگوں کے بغضوں سے اور کینوں سے کیا ہوتا ہے
جس کا کوئی بھی نہیں اُس کا خدا ہوتا ہے
بے خدا کوئی بھی ساتھی نہیں تکلیف کے وقت
اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جُدا ہوتا ہے

سامعین مکرم! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کے بعد درسوں، ملاقاتوں، محافلِ عرفان اور تقاریر میں اپنے مُریدوں سے جو تربیتی، اصلاحی، علمی اور تبلیغی گفتگو فرمائی وہ ملفوظات کے نام سے دس جلدوں میں محفوظ ہے۔ مشاہدات کو اِن ملفوظات میں سے اصلاحی و تربیتی پہلوؤں کو پند و نصائح کے تحت احبابِ جماعت کے لئے روحانی مائدہ کے طور پر اکٹھا کرنے کی سعادت مل رہی ہے۔ آج جلد 9 سے حضورؑ کی پند و نصائح پر مشتمل تقریر نمبر 7 پیش ہے۔

زندگی ذبح ہونے کے بعد ملتی ہے

فرمایا:

" وہ تو بندگی ہی نہیں جو دکھ درد کے ساتھ نہیں۔ ہندوؤں کے گوروؤں کی طرح کسی تالاب یا عمدہ حوض کے کنارے پر بیٹھ کر با آرام زندگی بسر کرنا اور سر سبز ہری بھری جگہ پر لیٹ کر خدا تعالیٰ کی یاد کرنے سے کچھ نہیں بنتا۔ چاہیے کہ ابتلاؤں اور امتحانوں میں ثابت قدم رہو اور خدا تعالیٰ کے لئے جان دینے میں بھی فرق نہ رکھو اور اُس کی راہ میں قربان ہونے کے لئے ہر وقت تیار رہو۔ جب انسان اپنے دل میں فیصلہ کر لیتا ہے اور دُکھ کے لئے تیار رہتا ہے تب پھر خدا بھی ملتا ہے اور روحانی فائدہ بھی ہوتا ہے۔ یہی سنتُ اللہ ہے اور جب سے دنیا پیدا ہوئی اور انبیاء کا سلسلہ شروع ہوا بغیر دُکھ اور تکالیف کے برداشت کرنے کے خدا تعالیٰ راضی نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی دین حاصل ہوتا ہے۔

بعض لوگ ہمارے پاس آتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ کسی جنتر منتر یا پھونک سے ہی ہمیں اولیاء اللہ بنا دیویں اور ایک زندگی کی روح پھونک دیویں۔ مگر خدا تعالیٰ تو پہلے ذبح کر لیتا ہے اور پھر زندہ کرتا ہے۔ بلکہ ایسے ایسے امتحانوں اور آزمائشوں کے وقت انسان خود بھی معلوم کر لیتا ہے کہ اب مَیں وہ نہیں ہوں جو پہلے تھا اور اِس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے امتحانوں میں پورا اُترنے کے بعد خدا تعالیٰ ضرور ملتا ہے جب تک انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں تکالیف اور مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہو جاتا۔ تب تک ترقی کی امید بھی نہیں ہو سکتی۔

دیکھو! یہ جو نماز پڑھی جاتی ہے اُس میں بھی ایک طرح کا اضطراب ہے۔ کبھی کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ کبھی رکوع کرنا پڑتا ہے اور کبھی سجدہ کرنا پڑتا ہے اور پھر طرح طرح کی احتیاطیں کرنی پڑتی ہیں۔ مطلب یہی ہوتا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے لئے دُکھ اور مصیبت کو برداشت کرنا سیکھے ورنہ ایک جگہ بیٹھ کر بھی تو خدا تعالیٰ کی یاد ہو سکتی تھی۔ پر

خدا تعالیٰ نے ایسا منظور نہیں کیا۔ **صلوٰۃ** کا لفظ ہی سوزش پر دلالت کرتا ہے۔ جب تک انسان کے دل میں ایک قسم کا قلق اور اضطراب پیدا نہ ہو اور خدا تعالیٰ کے لئے اپنے آرام کو نہ چھوڑے تب تک کچھ بھی نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ بہت سے لوگ فطرتاً اس قسم کے ہوتے ہیں جو ان باتوں میں پورے نہیں اُتر سکتے اور پیدائشی طور پر ہی اُن میں ایسی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ جو وہ اِن امور میں استقلال نہیں دکھا سکتے مگر تاہم بھی توبہ اور استغفار بہت کرنا چاہیے کہ کہیں ہم اُن میں ہی شامل نہ ہو جاویں جو دین سے بالکل بے پرواہ ہوتے ہیں۔ اور اپنا مقصود بالذّات دنیا کو ہی سمجھتے ہیں۔

ہر ایک زمانہ میں علیحدہ علیحدہ امتحان اور آزمائشیں ہوا کرتی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تو خدا تعالیٰ کی راہ میں جانیں دی تھیں اور اپنے سر کٹوائے تھے اور دوسرے نبیوں کے زمانہ میں کسی اور قسم کے ہی دُکھ اور مصائب تھے۔ غرض جب تک انسان ابتلاؤں اور آزمائشوں میں پورا نہیں اُترتا تب تک ترقی نہیں کرتا اور مقبول حضرتِ احدیت نہیں ہوتا۔ بغیر تکلیفوں اور طرح طرح کے مصائب کے تو کچھ بنتا ہی نہیں۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 445-447)

نفسوں کا مطالعہ کرتے رہو

فرمایا:

"میری نصیحت بار بار یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے نفسوں کا بار بار مطالعہ کرو۔ بدی کا چھوڑ دینا یہ بھی ایک نشان ہے اور خدا تعالیٰ ہی سے چاہو کہ وہ تمہیں توفیق دے کیونکہ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ (الصّٰفّٰت:97) قویٰ بھی اس نے ہی پیدا کئے ہیں۔ پھر مَیں ایک اور نقص بھی دیکھتا ہوں۔ بعض لوگ تھک جاتے ہیں۔ میرے پاس ایسے خطوط آئے ہیں جن میں لکھنے والوں نے ظاہر کیا کہ ہم چار سال یا اتنے سال تک نماز پڑھتے رہے دعائیں کرتے رہے۔ کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ایسے لوگوں کو میں مُخَنَّث سمجھتا ہوں تھکنا نہیں چاہیے۔

گر نباشد بدوست راہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن

مَیں تو یہاں تک کہتا ہوں اگر تیس چالیس برس بھی گزر جاویں تب بھی تھکے نہیں اور باز نہ آوے خواہ جذبات بڑھتے ہی جاویں۔ اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے کو ضائع نہیں کرتا۔ جب تضرّع سے دعا کرتا ہے اور معصیت میں مبتلا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ یہ شخص بچایا جاوے اور وہ بچایا جاتا ہے۔ کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (البقرۃ:223)۔ یاد رکھو! جو شخص مَرا ہے اور ہلاک ہوا ہے وہ تھکنے سے مَرا ہے۔ خدا تعالیٰ سے مانگنا اور دعا کرنا موت ہے ہر شخص جو خدا سے مانگتا ہے ضرور پاتا ہے مگر وہ آپ ہی بدظنی کرتا ہے تب حاصل نہیں ہوتا۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 129-130)

سامعین! احکامِ شریعت پر عمل کرو

فرمایا:

"نئے سرے سے قرآن شریف کو پڑھو اور اس کے معانی پر خوب غور کرو۔ نماز کو دل لگا کر پڑھو اور احکام شریعت پر عمل کرو۔ انسان کا کام یہی ہے۔ آگے پھر خدا کے کام شروع ہو جاتے ہیں۔ جو شخص عاجزی سے خدا تعالیٰ کی رضا کو طلب کرتا ہے خدا تعالیٰ اس پر راضی ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 323)

مخفی گناہوں سے بچو

فرمایا:

" جب کوئی مصائب میں گرفتار ہوتا ہے تو قصور آخر بندے کا ہی ہوتا ہے خدا تعالیٰ کا تو قصور نہیں۔ بعض لوگ بظاہر بہت نیک معلوم ہوتے ہیں اور انسان تعجب کرتا ہے کہ اِس پر کوئی تکلیف کیوں وارد ہوئی یا کسی نیکی کے حصول سے یہ کیوں محروم رہا لیکن دراصل اُس کے مخفی گناہ ہوتے ہیں جنہوں نے اُس کی حالت یہاں تک پہنچائی ہوئی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ بہت معاف کرتا ہے اور درگزر فرماتا ہے۔ اِس واسطے انسان کے مخفی گناہوں کا کسی کو پتہ نہیں لگتا۔ مگر مخفی گناہ دراصل ظاہر کے گناہوں

سے بدتر ہوتے ہیں۔ گناہوں کا حال بھی بیماریوں کی طرح ہے بعض موٹی بیماریاں ہیں ہر ایک شخص دیکھ لیتا ہے کہ فلاں بیماری ہے مگر بعض ایسی مخفی بیماریاں ہیں کہ بسااوقات مریض کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ مجھے کوئی خطرہ دامنگیر ہو رہا ہے۔ ایسا ہی تپ دق ہے کہ ابتداء میں اِس کا پتہ بعض دفعہ طبیب کو بھی نہیں لگ سکتا یہاں تک کہ بیماری خوفناک صورت اختیار کرتی ہے ایسا ہی انسان کے اندرونی گناہ ہیں جو رفتہ رفتہ اُسے ہلاکت تک پہنچا دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے رحم کرے۔ قرآن شریف میں آیا ہے قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰٮهَا (الشمس:10)۔ اُس نے نجات پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ لیکن تزکیہ نفس بھی ایک موت ہے۔ جب تک کہ کل اخلاق رذیلہ کو ترک نہ کیا جاوے تزکیہ نفس کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ ہر ایک شخص میں کسی نہ کسی شر کا مادہ ہوتا ہے وہ اس کا شیطان ہوتا ہے جب تک کہ اُس کو قتل نہ کرے کام نہیں بن سکتا۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 280-281)

موت کو یاد رکھو

ایک شخص نے عرض کی کہ مجھے نماز میں لذّت نہیں آتی۔ فرمایا کہ

"موت کو یاد رکھو۔ یہی سب سے عمدہ نسخہ ہے۔ دنیا میں انسان جو گناہ کرتا ہے۔ اس کی اصل جڑ یہی ہے کہ اُس نے موت کو بُھلا دیا ہے۔ جو شخص موت کو یاد رکھتا ہے وہ دنیا کی باتوں میں بہت تسلّی نہیں پاتا۔ لیکن جو شخص موت کو بُھلا دیتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کے اندر طُولِ اَمل پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ لمبی لمبی امیدوں کے منصوبے اپنے دل میں باندھتا ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ جب کشتی میں کوئی بیٹھا ہو اور کشتی غرق ہونے لگے تو اس وقت دل کی کیا حالت ہوتی ہے۔ کیا ایسے وقت میں انسان گناہگاری کے خیالات دل میں لا سکتا ہے؟ ایسا ہی زلزلہ اور طاعون کے وقت میں چونکہ موت سامنے آجاتی ہے اس واسطے گناہ نہیں کر سکتا اور نہ بدی کی طرف اپنے خیالات کو دوڑا سکتا ہے۔ پس اپنی موت کو یاد رکھو۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 318)

سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِيۡمٍ

ایک دوست نے عرض کی کہ مخالفین نے ہم کو سلام کہنا چھوڑ دیا۔ فرمایا:

"تم نے اُن کے سلام سے کیا حاصل کر لینا ہے۔ سلام تو وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ خدا تعالیٰ کا سلام وہ ہے جس نے ابراہیمؑ کو آگ سے سلامت رکھا۔ جس کو خدا کی طرف سے سلام نہ ہو بندے اُس پر ہزار سلام کریں اس کے واسطے کسی کام نہیں آسکتے۔ قرآن شریف میں آیا ہے سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِيۡمٍ -

ایک دفعہ ہم کو کثرتِ پیشاب کے باعث بہت تکلیف تھی۔ ہم نے دعا کی۔ الہام ہوا۔ **اَلسَّلَامُ عَلَيۡكُمۡ**۔ اسی وقت تمام بیماری جاتی رہی۔ سلام وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ باقی سب رسمی سلام ہیں۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 318)

رضا بالقضاء سیکھو

فرمایا:

" یہ تھوڑی سی بات نہیں۔ یہی وہ مشکل گھاٹی ہے جو بڑے بڑے مصائب اور امتحانوں کے بعد طے ہوا کرتی ہے۔ یہ نماز جو تم لوگ پڑھتے ہو۔ صحابہؓ بھی یہی نماز پڑھا کرتے تھے اور اِسی نماز سے اُنہوں نے بڑے بڑے روحانی فائدے اور بڑے بڑے مدارج حاصل کئے تھے۔ فرق صرف حضور اور خلوص کا ہی ہے۔ اگر تم میں بھی وہی اخلاص، صدق وفا اور استقلال ہو تو اِسی نماز سے اب بھی وہی مدارج حاصل کر سکتے جو تم سے پہلوں نے حاصل کئے تھے۔ چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں دکھ اُٹھانے کے لئے ہر وقت تیار رہو۔

یاد رکھو! جب تک اخلاص اور صدق سے کوشش نہیں کرو گے کچھ نہیں بنے گا۔ بہت آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ یہاں سے تو بیعت کر جاتے ہیں مگر گھر میں جا کر جب تھوڑی سی بھی تکلیف آئی اور کسی نے دھمکایا تو جھٹ مرتد ہو گئے۔ ایسے لوگ ایمان فروش ہوتے ہیں۔ صحابہؓ کو دیکھو کہ اُنہوں نے تو دین کی خاطر اپنے سر کٹوا دیئے تھے اور جان ومال سب خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ کسی دشمن کی دشمنی کی انہیں پرواتک بھی نہ تھی۔ وہ تو خدا تعالیٰ کی راہ میں سب طرح کی تکالیف اُٹھانے اور ہر طرح کے دُکھ برداشت کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے اور اُنہوں نے اپنے دلوں میں یہی فیصلہ کیا ہوا تھا۔ مگر یہ ہیں جو ذرا بھی نمبردار یا کسی

اور شخص نے دھمکایا تو دین ہی چھوڑ دیا۔ ایسے لوگوں کی عبادتیں بھی محض پوست ہی پوست ہوتی ہیں۔ ایسوں کی نمازیں بھی خدا تک نہیں پہنچتیں بلکہ اسی وقت ان کے منہ پر ماری جاتی ہیں اور اُن کے لئے لعنت کا موجب ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ۔ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (الماعون:5-6)

وہ لوگ جو نمازوں کی حقیقت سے ہی بے خبر ہوتے ہیں۔ اُن کی نمازیں نری ٹکریں ہوتی ہیں۔ ایسے لوگ ایک سجدہ اگر خدا تعالیٰ کو کرتے ہیں تو دوسرا دنیا کو کرتے ہیں۔ جب تک انسان خدا کے لئے تکالیف اور مصائب کو برداشت نہیں کرتا تب تک مقبول حضرتِ احدیت نہیں ہوتا۔ دیکھو! دنیا میں بھی اِس کا نمونہ پایا جاتا ہے۔ اگر ایک غلام اپنے آقا کا ہر ایک تکلیف اور مصیبت میں اور ہر ایک خطرناک میدان میں ساتھ دیتا رہے تو وہ غلام غلام نہیں رہتا بلکہ دوست بن جاتا ہے۔ یہی خدا تعالیٰ کا حال ہے۔ اگر انسان اُس کا دامن نہ چھوڑے اور اُسی کے آستانہ پر گرا رہے اور استقلال کے ساتھ وفاداری کرتا رہے تو پھر خدا بھی ایسے کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور اُس کے ساتھ دوست والا معاملہ کرتا ہے۔

وفاداری کا مادہ تو کُتّے میں بھی پایا جاتا ہے خواہ وہ بھوکا رہے۔ بیمار ہو جائے۔ کمزور ہو جائے خواہ کچھ ہی ہو مگر اپنے مالک کے گھر کو نہیں چھوڑتا اور وہ لوگ جو ذرا سی تکلیف پر دین سے ہی روگرداں ہو جاتے ہیں۔ ان کو کتّے سے سبق سیکھنا چاہئے۔

وفاداری کا سبق کُتّے سے سیکھو

لکھا ہے کہ ایک یہودی مشرّف باسلام ہوا۔ کچھ دن بعد جو مصیبت کا سامنا ہوا اور بھوکا مرنے لگا اور فاقے پر فاقہ آنے لگا تو کسی یہودی کے مکان پر بھیک مانگنے کے لئے گیا۔ یہودی نے اس نومسلم کو چار روٹیاں دیں جب وہ روٹیاں لے کر جارہا تھا تو ایک کتّا بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ اس شخص نے یہ خیال کرکے کہ شاید ان روٹیوں میں سے کتّے کا بھی کچھ حصہ ہے ایک روٹی کتّے کے آگے پھینک دی اور آگے چل دیا۔ کتّا اس روٹی کو جلدی جلدی کھا کر پھر پیچھے پیچھے ہو لیا تب اُس نے خیال کیا کہ شاید ان روٹیوں میں سے نصف حصّہ کتّے کا ہو۔ تب اُس نے ایک اور روٹی کتّے کے آگے پھینک دی۔ مگر کتّا اس کو بھی کھا کر پیچھے پیچھے چل دیا۔ پھر اُس نے جب معلوم کیا کہ کتّا پیچھا نہیں چھوڑتا تو اُسے خیال گزرا کہ شاید تین حصّے اُس کے ہوں اور ایک حصّہ میرا ہو۔ اس لئے اُس نے ایک روٹی اور ڈال دی مگر کتّا وہ روٹی کھا کر بھی واپس نہ گیا۔ تب اُسے کتّے پر غصہ آیا اور کہا تو بڑا بدذات ہے۔ مانگ کر مَیں چار روٹیاں لایا تھا مگر اُن میں سے تین کھا کر بھی تو پیچھا نہیں چھوڑتا۔ خدا تعالیٰ نے اس وقت کتّے کو بولنے کے لئے زبان دے دی۔ تب کتّے نے جواب دیا کہ مَیں بدذات نہیں ہوں۔ مَیں خواہ کتنے فاقے اُٹھاؤں مگر مالک کے سوائے دوسرے گھر پر نہیں جاتا۔ بدذات تو تُو ہے جو دو تین فاقے اُٹھا کر ہی کافر کے گھر مانگنے کے لئے آگیا۔ تب وہ مسلمان یہ جواب سن کر اپنی حالت پر بہت پشیمان ہوا۔ ایسے ہی گورداسپور میں ایک بلّی تھی خواہ کچھ ہی اس کے پاس پڑا رہے مگر وہ بغیر اجازت کچھ نہ کھاتی تھی۔ ایک دفعہ بعض دوستوں نے اُس بلّی کے مالک کو کہا کہ ہم بھی یہ تجربہ کرنا چاہتے ہیں چنانچہ انہوں نے حلوہ دودھ چھچھڑے وغیرہ بلّی کے پاس رکھ کر باہر سے قفل لگا دیا۔ تین دن کے بعد جو دیکھا تو بلّی مری پڑی تھی اور وہ کھانا اُسی طرح صحیح سالم موجود تھا۔ اگر ارذل مخلوقات کے صفاتِ حسنہ بھی انسان میں نہ پائے جائیں تو پھر وہ کس خوبی کے لائق ہے۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 448-451)

ہماری جماعت کو کیا کرنا چاہیے

فرمایا:

" ہماری جماعت کے لوگ گو مالی امداد میں تو کچھ فرق نہیں کرتے مگر اللہ تعالیٰ تو ہر امر میں آزمانا چاہتا ہے۔ اب تلوار کی بجائے گالیاں کھا کہ صبر کرنا چاہیے کہ بڑی نرمی اور خوش خلقی سے لوگوں پر اپنے خیالات ظاہر کئے جاویں۔ بہ نسبت شہروں کے دیہات کے لوگوں میں سادگی بہت ہے اور ہمارے دعویٰ سے بہت کم واقفیت رکھتے ہیں۔ اگر اُن کو نرمی سے سمجھایا جاوے تو امید ہے کہ سمجھ لیں گے۔ جلسوں کی بھی ضرورت نہیں اور نہ ہی بازاروں میں کھڑے ہو کر لیکچر دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اس طرح سے فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ چاہیے کہ ایک ایک فرد سے علیحدہ علیحدہ مل کر اپنے قصّے بیان کئے جاویں۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 417)

سامعین!واعظ کیسے ہوں

فرمایا:

"اس کام کے واسطے وہ آدمی موزوں ہوں گے جو کہ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ (یوسف:91) کے مصداق ہوں۔ ان میں تقویٰ کی خوبی بھی ہو اور صبر بھی ہو۔ پاک دامن ہوں۔ فسق و فجور سے بچنے والے ہوں۔ معاصی سے دُور رہنے والے ہوں لیکن ساتھ ہی مشکلات پر صبر کرنے والے ہوں۔ لوگوں کی دشنام دہی پر جوش میں نہ آئیں۔ ہر طرح کی تکلیف اور دکھ کو برداشت کرکے صبر کریں۔ کوئی مارے تو بھی مقابلہ نہ کریں جس سے فتنہ و فساد ہو جائے۔ دشمن جب گفتگو میں مقابلہ کرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ ایسے جوش دلانے والے کلمات بولے جن سے فریقِ مخالف صبر سے باہر ہو کر اس کے ساتھ آمادہ بجنگ ہو جائے۔

اخراجات کے معاملہ میں ان لوگوں کو صحابہؓ کا نمونہ اختیار کرنا چاہیے کہ وہ فقر و فاقہ اٹھاتے تھے اور جنگ کرتے تھے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ معمولی لباس کو اپنے لیے کافی جانتے تھے اور بڑے بڑے بادشاہوں کو جا کر تبلیغ کرتے تھے۔ یہ ایک بہت مشکل راہ ہے۔ قبل امتحان کسی کے متعلق ہم کوئی رائے نہیں لگا سکتے اور مَیں جانتا ہوں کہ اس امتحان میں بعض مدّعی کچھ نکلیں گے۔ اب تک جس قدر درخواستیں آئی ہیں مَیں ان سب پر نیک ظن رکھتا ہوں کہ وہ عمدہ آدمی ہیں اور صابر اور شاکر ہیں لیکن بعض ان میں سے بالکل نوجوان ہیں۔ نیز عُرفاً اور شرعاً لازم ہے کہ ان کے واسطے ہم قُوت لایموت کا فکر کریں گو ہر جگہ جہاں وہ جائیں گے مَیں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں وہ بات پائی جاتی ہے جو اخوّتِ اسلامی کے واسطے ضروری ہے۔ ہماری جماعت کے لوگ ان کی خدمت کریں گے۔ مگر پہلے سے اُن کے واسطے اسی جگہ انتظام مناسب ہو جانا بہتر ہے۔

واعظ ایسے ہونے چاہئیں جن کی معلومات وسیع ہوں۔ حاضر جواب ہوں۔ صبر اور تحمّل سے کام کرنے والے ہوں۔ کسی کی گالی سے افروختہ نہ ہو جائیں۔ اپنے نفسانی جھگڑوں کو درمیان میں نہ ڈال بیٹھیں۔ خاکسارانہ اور مسکینانہ زندگی بسر کریں۔ سعید لوگوں کو تلاش کرتے پھریں جس طرح کہ کوئی کھوئی ہوئی شَے کو تلاش کرتا ہے۔ مفسدہ پرداز لوگوں سے الگ رہیں۔ جب کسی گاؤں میں جائیں وہاں دو چار دن ٹھہر جائیں۔ جس شخص میں فساد کی بدبو پائیں اس سے پرہیز کریں۔ کچھ کتابیں اپنے پاس رکھیں جو لوگوں کو دکھائیں۔ جہاں مناسب جانیں وہاں تقسیم کر دیں۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 427-428)

واعظوں کو کتب حضرت مسیح موعود کے مطالعہ کی نصیحت

فرمایا:

"اس تحریک سے مجھے یہ بھی یاد آگیا ہے کہ وہ لوگ جو اشاعت اور تبلیغ کے واسطے باہر جاویں۔ وہ ایسے نہ ہوں کہ اُلٹ پلٹ کر ہماری باتوں کو کچھ اَور کا اَور ہی بناتے رہیں اور بات تو کچھ اَور ہو اور سمجھانے کچھ اَور لگ جاویں۔ دوسروں کو تو ہمارے دعویٰ سے آگاہ کریں اور خود ہماری کتابوں کو کبھی پڑھا بھی نہ ہو۔ اس طرح سے ہی تحریف ہوا کرتی ہے۔ ایسے وقتوں میں صرف زبانی فیصلہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ تحریر پیش کرنی چاہیے۔

ہم پر الزام لگائے جاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام حسینؓ کی توہین کی جاتی ہے حالانکہ ہم ان کو راستباز اور متقی سمجھتے ہیں۔ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بہت بے عزتی کی جاتی ہے اور ان کو گالی دی جاتی ہے حالانکہ ہم ان کو ایک اولوالعزم نبی اور خدا کا راستباز بندہ سمجھتے ہیں۔ ہاں اگر حضرت عیسیٰؑ کا مر جانا ثابت کرنا ان کے نزدیک گالی دینا ہے تو اس طرح سے تو ہم نے نکالی ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ دوسرے نبیوں کی طرح وفات پاگئے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 441-442)

واعظین میں یہ چار باتیں ضروری ہیں

فرمایا:

"اوّل۔ اس میں ایک بصیرت ہو جس سے وہ علمی مسائل کو ایسے رنگ میں پیش کرے جس سے سننے والوں کو ایک لذّت حاصل ہو کیونکہ نامعقول بات سے انسان کے دل میں ایک خلش رہتی ہے اور معقول بات خواہ مخواہ پسندیدہ ہوتی ہے اور اس میں ایک لذّت ہوتی ہے جیسا کہ شربت میں طبعاً ایک لذّت محسوس ہوتی ہے۔

دوم۔ یہ کہ اُس میں ایک عملی طاقت ہو۔ خود عالم باعمل ہو، صدق، وفا اور شجاعت اس میں پائی جاتی ہو کیونکہ جو شخص خود عمل کرنے والا نہیں اس کا اثر دوسروں پر ہرگز نہیں ہو سکتا۔

سوم۔ یہ کہ اُس میں کشش ہو کوئی نبی نہیں جس میں قوّتِ جاذبہ نہ ہو۔ ہر ایک مامور کو ایک قوّتِ جاذبہ عطا کی جاتی ہے کہ وہ اپنی جگہ بیٹھا ہوا دوسروں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور لوگ اس کی طرف کھنچے ہوئے چلے آتے ہیں۔

چہارم۔ یہ کہ خوارق اور کرامات دکھائے اور نشانات کے ذریعے سے لوگوں کے ایمان کو پختہ کرے ان واعظ کرنے والے لوگوں میں ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی نہیں پائی جاتی۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 25-26)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞